مختلف درجات ہوتے ہیں، اسی طرح اہل کفر کے درمیان بھی تفاوت درجات پایا جاتا ہے۔کوئی بڑا کافر ہے تو کوئی چھوٹا کافر اوران کے درمیان میں بھی مراتب ہوسکتے ہیں اور جو کافر، مکذب بھی ہو تو اس کی حالت اس غیر مسلم شخص سے ابتر اور بدتر ہوگی جوان دونوں اوصاف میں سے کسی ایک وصف کا حامل ہو۔

فائدہ نمبر۴: اللہ نے حق کو روشن دلائل کے ذریعے واضح فرمایا اور اپنی حجت کی تکمیل فرمائی اور انہی آیات کو انسانوں کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بنایا۔ اگر وہ ان پر غور وفکر کرے اور ان پر یقین پختہ کرلے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کمال رحمت اور مہربانی ہے، ان آیات کا تعلق خواہ قرآن وحدیث سے ہو، کائنات میں قدرت الٰہیہ کے آثار سے ہو یا معجزات انبیاء سے، ان کا جھٹلانا اور انکار کرنا موجب عذاب ہے اور عذاب بھی ایسا جو دائمی ہوگا۔[ابن العثیمین ، الفرقان]

فائدہ نمبر۵: کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (**اصحاب النار**) کہہ کر یہ واضح کیا کہ یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔اس کی مزید تاکید (**ھم فیھا خالدون**) سے ہوئی۔ بلکہ قرآن کے دوسرے تین مقامات پر کفار کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کو (**ابداور خلود**) دونوں الفاظ کو جمع کرکے واضح کردیا گیا ہے۔[سورۃ النساء: ۱۶۸۔۱۶۹] میں فرمایا﴿**إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفرلهم ولا ليهديهم طريقا ۞ إلا طريق جهنم خالدين فيها أبدا**﴾ اور[سورۃ الاحزاب: ٦٤ ـ ٦٥] میں فرمایا﴿**إن الله لعن الكافرين وأعدّ لهم سعيرا ۞ خالدين فيها أبدا**﴾ اور[سورۃ الجن:۲۳] میں فرمایا﴿**ومن يعص الله ورسوله فإن له نار جهنم خالدين فيها أبدا ۞**﴾

لیکن قرآن وحدیث میں کہیں بھی گنہگار مسلمانوں کو''اصحاب النار'' نہیں فرمایا گیا۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمان اگرچہ گناہ کی وجہ سے جہنم میں داخل بھی ہوجائے تو وہ اپنے گناہ کے بقدر جل کر آخر کار اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا جیسا کہ [صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعة وإخراج الموحدین ح:٤٥٨] میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو اصلی جہنمی ہیں (کفار) ان کو تو جہنم میں نہ موت آئے گی نہ ہی خوشگوار زندگی ملے گی، لیکن کچھ موحد لوگوں کو بھی ان کے بعض خطاؤں کی پاداش میں جہنم میں ڈالا جائے گا اور یہ جل کر کوئلے ہوجائیں گے پھر شفاعت کی ذریعے سے انہیں جہنم سے نکالا جائے گا۔''[تفسیر الطبری ، ابن کثیر ، ابن العثیمن]

فائدہ نمبر۶: آیت مبارکہ میں جہنم کے اثبات کی بھی دلیل ہے اور قطعی دلائل سے یہ بھی ثابت ہے کہ جہنم تیار شدہ موجود ہے۔جیسا کہ اللہ نے فرمایا:﴿ **واتقوا النار التى أعدت للكافرين ۞**﴾[آل عمران:۱۳۱]

اس نکتے کی مزید تفصیل[التراث شمارہ ۱۱/۱۶۔۱۷] میں ملاحظہ فرمائیں۔

درس حدیث قسط (۱)

دورانِ باران اکٹھی نمازیں

عبدالوہاب خان

عن جابر بن زیدؒ عن عبداللہ بن عباس ﷠ : أن النبی ﷺ

" صلّی بالمدینة سبعا وثمانیا : الظھر والعصر والمغرب والعشاء "

ترجمہ :"نبی کریم ﷺ نے ایک دن مدینہ شریف میں سات اور آٹھ (رکعات) اکٹھے ادا فرمائیں۔یعنی ظہر وعصر (آٹھ) اور مغرب وعشاء (سات)"

تخریج : **البخاری** مواقیت الصلاۃ باب ۱۲ تأخیر الظھر إلی العصر ح: ۵۴۳، باب ۱۸ وقت المغرب ح: ۵۶۲،التھجد باب ۳۰ من لم یتطوع بعد المکتوبة ح:۱۱۷٤ ، **مسلم** صلاۃ المسافرین ۵/ ۲۱۷ ح: ۵۷ ، **موطأ** باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر والسفر ح: ۳۲۷ص۷۳، **أبو داؤد** الصلاۃ باب ۲۷٤ الجمع بین الصلاتین ح: ۱۲۱۰۔۱۲۱۱، **الترمذی**، الصلاۃ وقال: حسن صحیح، **النسائی** الصلاۃ باب ٦۸الوقت الذی یجمع فیه المقیم ۱/ ۲۸٦، **أبوعوانة** ۲/ ۳۵۳، **مسند الشافعی** ۱/ ۱۱۸، **صحیح ابن خزیمة** ح: ۹۷۲ ، **الطحاوی** ۱/ ۹۵ ، **البیھقی**۳/ ۱٦٦، **مسند أحمد** ۱/ ۲۲۳۔

راوی : حضرت عبداللہ﷠بن عباس﷠بن عبدالمطلب الہاشمی ۔رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ نبی ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً13 سال تھی۔نبی کریم ﷺ نے آپ کے لیے علم وحکمت میں برکت کی خاص دعا فرمائی:" **اللھم علمه الکتاب**"[البخاری العلم باب ۱۷ ح: ۷۵ ، الاعتصام باب ۱ ح: ۷۲۷۰]" **اللھم فقھه فی الدین**"[البخاری الوضوء باب ۱۰ ح: ۱٤۳]" **اللھم علمه الحکمة** " البخاری الفضائل باب ۲٤ ح: ۳۷۵٦ ، مسلم الفضائل ح: ۱۳۸] ابن مسعود﷠نے کہا: آپ بڑے اچھے"ترجمان القرآن" ہیں۔ حضرت زید بن ثابت الانصاری ﷠کی وفات (۴۵/ ۴۸ھ) پر حضرت ابوھریرہ﷠ نے کہا: آج امت کا عالم رخصت ہوا، اب امید ہے کہ اللہ پاک ابن عباس﷠کو ان کا جانشین بنائے گا۔"

آپ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اپنے والدین﷠،خلفاء راشدین ﷠، بھائی فضل ﷠، خالہ ام المؤمنین میمونہؓ

اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کیں۔آپ سے بیٹے علی اور محمد، پوتے محمد بن علی اور بھائی کثیر کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بہت سے تابعین عظام نے روایت کی۔

علم وعرفان اور زہد وتقویٰ سے بھرپور زندگی قرآن وحدیث کی خدمت میں گزار کر طائف میں 68ھ میں وفات پائی۔

شواهد :

{1} حدیث ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ: ابن شقیق :عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں ہمیں عصر کے بعد خطبہ دیا حتی کہ نماز مغرب میں دیر ہوئی تو ایک تمیمی لگا تار" **الصلاۃ ، الصلاۃ** " کہتا رہا۔ابن عباس نے اسے ڈانٹ کر کہا" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر وعصر اور مغرب وعشاء اکٹھے پڑھتے دیکھا ہے۔"

ابن شقیق کہتا ہے: یہ بیان مجھے کھٹکا تو میں نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔[مسلم صلاۃ المسافرین ٥/ ٢١٧ ح: ٥٧]

{2} حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ: "**جمع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بين الأولى والعصر وبين المغرب والعشاء فقيل له في ذلك فقال صلی اللہ علیہ وسلم " صنعت هذا لكي لاتحرج أمتي**"[ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد وقال :رواه الطبراني في الكبير والأوسط وفيه عبد الله بن عبد القدوس (صدوق يخطئ)

{3} حدیث عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ: **جمع لنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يعني غير مسافر بين الظهر والعصر والمغرب (والعشاء) فقال رجل لابن عمر : لِم ترى النبي صلی اللہ علیہ وسلم فعل ذلك ؟ قال : لأن لايحرج أمته إن جمع رجل**۔[عبد الرزاق ٢/ ٥٥٦ ح: ٤٤٣٧]

{4} حدیث جابر: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو رخصت کی خاطر جمع فرمایا، بغیر کسی خوف یا سبب/مرض کے۔"[الطحاوی ١/ ٩٦ ، الباني : معلول ۔ ارواء ٣/ ٣٨]

{5,6} شیخ الاسلام: ایسی حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔[الفتاوی ٢٤/٥٨]

شرح :

یہ معرکۃ الآراء حدیث ہے، جس کے عملی پہلو اور استدلال سے متعلق مختلف آراء پائی جاتی ہیں ۔ اس درس میں **ضروری تمہید** کے بعد دو اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے: (ا) یہ جمع کیوں کیا گیا؟ (۲) جمع کیسے کیا گیا ؟

کیونکہ زیر بحث مسئلے کا انحصار ہی ان دونوں سوالات پر ہے۔

تمہید :

اللہ رب العزت نے خاتم النبیین ﷺ کی سیرت طیبہ کو رہتی دنیا تک طالبانِ ہدایت کے لیے ''بہترین نمونہ زندگی'' قرار دیا ہے۔ارشاد ہے:﴿ لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الأخر وذكر الله كثيرا ۝ ﴾[الأحزاب ۲۱] یقیناً نمازوں کے اوقات اللہ پاک کی طرف سے مقرر شدہ ہیں:﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا ۝ ﴾[النساء۱۰۳]اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسراء ومعراج سے وفات تک ان اوقات پر پابندی سے عمل پیرا رہے۔حتی کہ اس دنیائے فانی سے رحلت کے لمحات میں بھی لسان رسالت مآب ﷺ سے آخری وصیت اورالوداعی الفاظ یہی ادا ہوئے:''الصلاة الصلاة وما ملكت أيمانكم'' آپ ﷺ لگاتار یہی وصیت دہراتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی زبان مبارک رک گئی تو سینے میں یہی وصیت نامہ کھٹکتا رہا۔[احمد ۲۹۰/۶،السنن الكبرىٰ للنسائى ۲۵۸/٤ عن أم سلمة ، وصححه الألبانى فى الإرواء ۳۲۸/۷] (البتہ عرفات ومزدلفہ کی جمع پر اجماع امت ہے اورغزوہ تبوک کے سفر میں جمع حقیقی بھی ثابت ہے۔)

اہل السنۃ والجماعۃ ''**کتاب وسنت**'' کی پابندی ''**لازم**'' سمجھتے ہیں اور جب کوئی ایسی حدیث سنداً صحیح ثابت ہو جائے جس کا ظاہری مفہوم عام سیرت نبویہ کے مخالف ہو،تو وہ اس واقعے کے لیے ''**شرعی عذر**'' تلاش کرتے ہیں،اس ایک حدیث کو دیگر ثابت شدہ یقینی نصوص کا ''**ناسخ**'' ہرگز تصور نہیں کرتے !

مثلاً حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ:''**أتى سباطة قوم فبال قائما** '' [متفق عليه]ابن حجر نے سلف سے پانچ اقوال نقل کیے ہیں،جن میں مختلف عذر بیان ہوئے ہیں۔چھٹا قول یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔[فتح البارى ۳۹٤/۱ طهارة ح:۲۲٦]لیکن کسی بھی عالم دین نے یہ نہیں کہا کہ یہ ''مطلقاً جائز'' ہے، چہ جائیکہ اسے ''**سنت**'' قرار دیا جائے۔حالانکہ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور حدیث عائشہ ''......**ما كان يبول إلا قاعداً**'' [الترمذى ، النسائى وابن ماجه]سے زیادہ قوی ہے۔ پس زیر درس حدیث کے لیے بھی سلف صالحینؒ اور راویوںؒ نے ''**شرعی عذر**'' تلاش کیے ہیں۔[أعلام الحديث للخطابى ٤۲۷/۱]جو درج ذیل ہیں:

{1} بارش :

(۱) ایوب السختیانی : شاید یہ واقعہ بارش والی رات میں تھا !؟ ابو الشعثاء جابر بن زید : یہی امید ہے۔

[البخارى المواقيت باب ۱۲ ح: ٥٤۳، مسلم صلاة المسافرين ۲۱۷/٥ مع المنهاج شرح النووى]

(۲) امام مالک نے اسی قول کو اختیار کرتے ہوئے کہا: ''أریٰ أن ذٰلک کـــان فـــی مـطــر ۔''

[موطأح: ۳۲۷ص ۷۳،التمهيد ۱۲/ ۲۰۹]

ابن تیمیہ: یہ عمرو بن دینار اور ایوب السختیانی کا گمان ہے، امام مالک کا نہیں۔ کیونکہ ان دونوں کی روایت میں بارش کی نفی نہیں ہے، اگر وہ (دونوں) حبیب بن ابی ثابت کی صریح روایت ''فی غیر خوف ولا مطر'' سن لیتے تو یہ گمان نہ کرتے۔[مجموع الفتاوىٰ ۲٤/ ۷۹]

(۳) زیاد بن عبدالرحمٰن نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ بارش کی رات جمع صرف مسجد نبوی میں درست ہے، اس کی فضیلت کی وجہ سے۔[المنتقى شرح الموطأ، الجمع بين الصلاتين فى الحضر]

(۴) امام خطابی نے بھی صرف بارش کا عذر بیان کیا ہے۔[أعلام الحديث ۱/ ٤۲۷]

(۵) بیہقی: نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں پُر امن حالت میں جمع فرمائی تو اس میں دو احتمالات ہیں:

(الف) یہ حدیثِ توقیت کے مخالف ہو (ب) یا جمع کردہ حالت عام سے مختلف ہو۔

پس حالت قیام میں جمع کا کوئی سبب ضرور ہے جس نے اسے عام انفرادی نماز کی حالت سے مختلف کر دیا ہے، اور یہ حالت ''بارش'' کے سوا کچھ نہیں۔[معرفة السنن ولآثار الصلاة باب الجمع بين الصلاتين]

بیہقی: بارش کی حالت میں جمع صرف رات کو جائز ہے تاریکی کی وجہ سے۔

(۶) شیخ الاسلام: ابن عباسؓ کا خوف اور بارش وغیرہ کی نفی کرنا ان اعذار کی صورت میں جمع کی نفی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ان کے بغیر بھی جمع فرمایا ہے، پس خوف اور بارش کی صورت میں جمع بالاولیٰ جائز ہے۔ [الـــفتـــاوىٰ ۲٤/۸۳] امام مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک بارش کی وجہ سے مغرب وعشاء کی جمع جائز ہے۔ لیکن ظہر وعصر کی جمع میں اختلاف ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے (زیر درس حدیث کی بنا پر) جواز کو ترجیح دی۔[فتاوىٰ ۲٤/۷۹]

(۷) البانی: معلوم ہوتا ہے کہ دورانِ بارش جمع دور نبوی میں معروف تھا، ورنہ بارش کی بطور عذر نفی کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔[إرواء الغليل ۳/ ٤۰]

{2} مرض:

امام بخاریؒ نے عنوان باب میں کہا: ''قـال عـطـاء يجمع المريض بين المغرب والعشاء''[البخاری مـواقيـت الصلاة، باب وقت المغرب ۲/ ٤۹ السلفية] خطابی: اسے مرض پر محمول کرنا بہتر ہے کیونکہ عذر کے بغیر جمع

نہیں کیا جاسکتا۔[معالم السنن ۲/ ۱۵] نوویؒ: یہ امام احمد، قاضی حسین اور خطابی وغیرہ کا قول ہے اور یہی راجح ہے، کیونکہ مرض کی مشقت بارش وغیرہ کی مشقت سے شدید ہوتی ہے۔[المنهاج ٥/ ٢١٨] ابن حجرؒ: اگر مرض کی وجہ سے جمع فرمایا ہوتا تو آپ ﷺ کے ساتھ صرف وہی صحابہ جمع کر کے پڑھتے جنہیں یہی عذر ہوتا۔ جبکہ ظاہر ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کو اسی طرح نماز پڑھائی۔[فتح الباری ۲/ ۳۰] شیخ الاسلام: امام مالک، احمد اور بعض شافعیوں کے نزدیک مریض کے لیے جمع جائز ہے۔[الفتاوی ۲٤/ ۲۸]

{3} وقت کی پہچان میں غلطی :

بعض علماء نے تأویل کی ہے کہ اُس روز گہرا بادل چھایا ہوا تھا، ظہر کے وقت کا اندازہ نہ ہوا تو احتیاطاً کچھ تاخیر سے نماز ظہر ادا کی، اتنے میں موسم صاف ہوا تو عصر کا وقت ہو چکا تھا، اس لیے فوراً عصر بھی پڑھ لی......

نووی: یہ باطل ہے، کیونکہ ظہر وعصر میں اس کا امکان ہے، مغرب وعشاء میں نہیں۔[المنهاج ٥/ ٢١٨]

ابن حجر: یہ امکان مغرب وعشاء میں بھی موجود ہے، کیونکہ راجح قول کے مطابق مغرب کا وقت غروب شفق تک ہے۔ [فتح الباری ۲/ ۳۰]

بہر حال یہ تأویل بھی درست نہیں، کیونکہ اتنا عجیب ونادر واقعہ پیش آتا تو حبر امت عبداللہ بن عباسؓ ضرور اس کی وضاحت کرتے۔ جب ان سے جمع کی وجہ پوچھی گئی تو بتایا: ''أراد أن لا يحرج أمته'' اس جواب سے ہر قسم کے شرعی عذر کی نفی ہوگئی۔ واللہ اعلم

{4} کوئی عارضی مشقت :

شیخ الاسلام: امام احمد کے نزدیک کسی حرج یا شغل کی بنا پر جمع کرنا جائز ہے۔ جیسے دودھ پلانے والی ماں کے لیے، اگر ہر نماز کے وقت کپڑے دھونا مشکل ہو۔[الفتاوی ۲٤ / ۲۸] کسی دنیاوی ضرورت سے بھی جمع کیا جاسکتا ہے۔ [الفتاوی ۲٤/ ٤٥٢] چوکیدار کو مال کی چوری کا اندیشہ ہو، اسی طرح بارش یا آندھی میں بھی جمع کر سکتے ہیں سلس البول اور استحاضہ وغیرہ میں وضوء یا غسل کے ساتھ دو نمازوں کو جمع کرنا تیمّم کے ساتھ الگ الگ نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔ [فتاوی ۲٤/٤٥٧]

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ نے امام حجر کی طرف سے جمع صوری کو ترجیح دینے پر یہ تعلیق لکھی: ''صحیح بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی روز واقع ہونے والی کسی مشقت کی بنا پر یہ جمع کیا تھا، جو بہت سے افراد کو لاحق مرض، سخت

سردی یا کیچڑ ہوسکتی ہے۔'' [هامش فتح الباری ۲/ ۳۰ ط:السلفية]

{5} بلا عذرِ شرعی :

کسی بھی روایت سے اس جمع کے لیے کوئی ''شرعی عذر'' ثابت نہ ہوسکا۔ اور ثابت ہوتا بھی کیسے! جب صاحب واقعہ سے وجہ بروقت پوچھی گئی تو صرف ''رفع حرج'' بیان کیا۔ اگر کوئی عذر شرعی ہوتا تو اولاً خود ہی بیان کرتے ورنہ سوال ہونے پر تو ''تاخير البيان عن وقت الحاجة'' کی گنجائش نہ تھی! واللہ اعلم

کوئی شرعی عذر ''ثابت'' نہ ہونے کی وجہ سے اس حدیث کے بارے میں اہل علم نے دو مختلف راستے اختیار کر لیے:

(۱) ترکِ عمل: امام ترمذیؒ: جامع الترمذی کی تمام احادیث میں سے دو حدیثیں ایسی ہیں جن پر اہل علم میں سے کسی نے عمل نہیں کیا: بلا عذر دو نمازوں کو جمع کرنے کی حدیث اور شرابی کو چوتھی مرتبہ قتل کی حدیث۔ [الترمذی كتاب العلل ٥/ ٦٩٢] ابن القیم: حالت قیام میں بغیر سفر کے جمع منقول نہیں سوائے عرفہ کے۔ [زاد المعاد ١/ ٤٦٣]

(۲) کبھی کبھار، بوقت ضرورت عمل کا جواز:

نوویؒ: بعض اہل علم نے اس حدیث کی روشنی میں حالت قیام میں کسی ضرورت کی بنا پر جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے ''بشرطیکہ عادت نہ بنائی جائے۔'' یہ محمد بن سیرینؒ، اشہبؒ، قفالؒ، ابو اسحاق المروزیؒ اور ابن المنذرؒ کا قول ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بیان ''أراد أن لايحرج أمته'' سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ [المنهاج ٥/ ٢١٩]

ان علماء کرام نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سنداً صحت، شرعی عذر کی عدم دستیابی اور منسوخی کی کوئی دلیل نہ ملنے کی وجہ سے ''رفع حرج'' سے عام ضرورت و مصروفیت کا استدلال کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا ہے۔ ترکِ عمل پر اجماع ثابت نہ ہونے کی صورت میں ایک صحیح حدیث کو نا قابل عمل قرار دینے کے بجائے یہی قول زیادہ قرین قیاس ہے۔ واللہ اعلم

اس جمع کی کیفیت کیا تھی ؟

(۱) جمع صوری

(۱) **قال النسائیؒ: أخبرنا قتيبة** (ثقة ثبت) **حدثنا سفيان** (ابن عيينة : ثقة حافظ فقيه امام حجة ـ أثبت الناس في عمرو) **عن عمرو** (بن دينار: ثقة ثبت) **عن جابر بن زيد** (أبي الشعثاء، ثقة فقيه) **عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: صليت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدينة ثمانيا وسبعا جميعا ، أخر الظهر وعجل العصر و**

أخر المغرب وعجل العشاء۔ ''میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینے میں آٹھ اور سات رکعتیں اکٹھے پڑھیں، ظہر دیر سے اور عصر جلدی پڑھی، مغرب دیر سے اور عشاء جلدی ادا کی۔'' [النسائي الصلاة باب ٦٨ " الوقت الذي يجمع فيه المقيم " ١/ ٢٨٦]

الشوکانیؒ: یہ صحیح حدیث جمع صوری میں صریح ہے۔[نیل الأوطار ٣/ ٢٤٦] اور امام نسائیؒ کے عنوان باب نے اسے چار چاند لگا دیے ہیں۔ الصنعانیؒ: جب قصہ ایک ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے۔[سبل السلام ٢/ ٤٤]
الشنقیطیؒ: یہ حدیث اُس مطلق حدیث کو جمع صوری پر محمول کرنے کو ہی متعین کرتی ہے۔[أضواء البيان ١/ ٤٥٠]

(٢) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: ''میں نے نبی کریم ﷺ کو کوئی بھی نماز وقت کے بغیر پڑھتے نہیں دیکھا، سوائے دو نمازوں کے: مزدلفہ میں مغرب وعشاء اکٹھے پڑھی اور نماز فجر (معمول کے) وقت سے پہلے ادا فرمائی۔'' [البخاري الحج باب ٩٩ متى يصلي الفجر ح: ١٦٨٢، مسلم الحج ٩ / ٢٦ ح: ٢٩٢]

الشوکانی: ابن مسعود نے جمع بین الصلاتین سے مطلقاً انکار کیا۔ حالانکہ مدینہ میں جمع کی حدیث آپ نے خود بھی روایت کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ والی جمع ''جمع صوری'' تھی۔ اس ''کو حقیقی'' پر محمول کیا جائے تو ان کی دونوں روایات میں تعارض ہوگا۔[نیل الأوطار ٣/ ٢٤٦]

(٣) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ: رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے، آپ ظہر کو دیر اور عصر کو جلدی کر کے دونوں کو جمع کرتے تھے۔ اور مغرب کو دیر، عشاء کو جلدی کر کے دونوں اکٹھے پڑھتے تھے۔[ابن جرير]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود بھی مدینہ میں جمع والی حدیث کا راوی ہے۔[نیل الأوطار ٣/ ٢٤٧]

(٤) نافع: میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں تھا، آپ کو زوجہ صفیہ کی قربت موت کی خبر ملی تو تیزی سے روانہ ہوئے۔ غروب آفتاب کے بعد بھی چلتے رہے حالانکہ میں نے آپ کو ہمیشہ نماز کا پابند پایا تھا، میں نے نماز یاد دلائی تب بھی چلتے رہے حتی کہ شفق کے آخری وقت میں اتر کر مغرب پڑھی پھر غروب شفق پر عشاء پڑھی۔ پھر ہم سے فرمایا: ''إن رسول الله ﷺ كان إذا عجل به السير صنع هكذا '' بیشک رسول ﷺ کو جلدی چلنا ہوتا تو اسی طرح کرتے تھے۔''
[النسائي الصلاة باب ٦٩ الوقت الذي يجمع فيه المسافر بين المغرب والعشاء ١/ ٢٨٧ ـ ٢٨٨، صحيح الترمذي ٥٦٠، صححه الألباني: صحيح النسائي ٥٩٥، ٥٩٦]

صحیح ومشہور روایت یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے غروب شفق کے بعد جمع کیا ہے۔[عون المعبود ١/ ٤٧١ ط: ١٣١٨ ھ]

(۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو لکھ بھیجا: ''**ثلاث من الکبائر : الجمع بین الصلاتین إلا من عذر والفرار من الزحف والنھب۔**'' [البیھقی، مجموع الفتاوی ٢٤/ ٨٤]

اگر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جمع حقیقی پر محمول کیا جائے ،تو ''بلا عذر شرعی'' جمع کو ''گناہ'' کہنا ہی جائز نہ ہوتا بلکہ یہ بلا کراہت ''جائز'' ہو جائے گا، کیونکہ اس حدیث میں کوئی شرعی عذر ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(٦) ''**فقه البخاری فی تراجم أبوابه**''

اس قاعدے کے مطابق دیکھا جائے تو امام بخاریؒ نے تین جگہ یہ حدیث ذکر کی ہے اور دو کے عنوان باب سے جمع تقدیم کی مخالفت صاف ظاہر ہے۔ ہاں جمع صوری وجمع تأخیر میں سے کس کو ترجیح دی جائے؟ یہ محل غور ہے۔ امام حجر نے جمع صوری ہی مراد لیا ہے:''**والمراد أنه عند فراغه منها دخل وقت صلاة العصر۔**''[فتح الباری ٢/ ٢٩]

دیکھیے: [کتاب مواقیت الصلاۃ باب ١٢ " **تأخیر الظھر الی العصر** " ح: ٤٥٣]یعنی ظہر کو دیر کر کے عصر کے ساتھ ادا فرمائی گئی۔[باب ١٨ " **وقت المغرب** " ٢/ ٤٩ ح: ٥٦٢]یعنی نماز مغرب کا وقت شفق تک طویل ہونا اس حدیث سے ثابت کیا ہے، جس سے امام بخاری کے جمع صوری کی طرف میلان کا پتہ چلتا ہے۔

(٧) **عمرو عن جابر بن زید عن ابن عباس قال: صلیت مع النبی ﷺ ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا، قلت یا أبا الشعثاء أظنه أخر الظھر وعجل العصرو أخر المغرب وعجل العشاء ؟ قال : وأنا أظن ذلک .** [البخاری التھجد ح: ١١٧٤ ، مسلم صلاۃ المسافرین ح: ٥٥] اس حدیث کے راوی عمرو بن دینارؒ نے اپنے استاد ابو الشعثاءؒ سے جمع صوری کے خیال کی تصدیق چاہی تو انہوں نے بھی اسی کا خیال ظاہر کیا۔

انہوں نے یہ خیال کیوں کیا؟ اس لیے کہ ہر عالم یقینی طور پر جانتا ہے کہ نمازوں کے اول وآخر اوقات اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے مکہ میں ، پھر نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں انتہائی وضاحت سے بیان فرمائے ہیں ۔ جب عمرو بن دینار کی روایت میں ''بارش کی نفی'' بھی ثابت ہوگئی تو اس حدیث کو بلا عذر جمع حقیقی پر محمول کر کے اوقات نماز کی متواتر سنت سے ''فرار'' کا خطرہ مول لینے کے بجائے ''جمع صوری'' پر محمول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ واللہ اعلم

(٢) جمع حقیقی (تقدیم)

شیخ الاسلام: کتاب وسنت کے تحت حالت عذر میں نماز کے اوقات تین ہیں: ﴿ **أقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفاً من اللیل** ﴾[ھود ١١٤] یہ مغرب وعشاء کا وقت ہے۔﴿ **أقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس إلی غسق**

اللیل وقراٰ ن الفجر﴾[الاسراء ۷۸] دلوک یعنی زوال ، غسق یعنی رات کی تاریکی کا اجتماع، جو غروب شفق کے بعد ہوتا ہے۔پس زوال آفتاب سے غروب تک اور غروبِ آفتاب سے رات گئے تک نماز کا وقت مشترک ہے۔[الفتاوی ۲۱/ ۴۳۵، ۲۴/ ۲۵، تفسیر السعدی]

شیخ الاسلامؒ: بادل کی صورت میں وقت مشتبہ ہوتو مغرب کو دیر سے،عشاء کو جلدی پڑھنا اور ظہر کو دیر سے،عصر کو جلدی پڑھنا امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور امام احمد نے بھی یہی صراحت کی ہے۔اس جمع کو احتیاط قرار دینا غلط ہے، بلکہ یہ عصر اور عشاء میں خلافِ احوط ہے۔لیکن ایسی جمع مسنون ہے کیونکہ ان دونمازوں کو حالت عذر میں جمع کیا جاتا ہے۔اس کے فوائد مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) لوگوں کے لیے رعایت کہ بارش کے خوف سے یکبارگی نماز پڑھیں،دوران بارش جمع کی طرح۔

(۲) مغرب کا وقت ہو جانے کا یقین۔

(۳) نمازِ عصر وعشاء وقت سے پہلے پڑھنے کی غلطی،ظہر ومغرب کو وقت سے پہلے پڑھنے سے اولیٰ ہے، کیونکہ عذر کی صورت میں یہ دونوں جمع ہوسکتے ہیں۔اسی طرح ظہر وعصر کو بھی جمع کرنے کا قول راجح ہے۔اور امام احمدؒ سے بھی ایک روایت ہے۔[الفتاوی ۲۵/ ۲۳۰]

اس لیے جمہور علماء: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، مالک،شافعی اور احمد وغیرہ کے نزدیک عورت دن کے آخری حصے میں حیض سے پاک ہو جائے تو اسے ظہر کی نماز اور رات کے آخری حصے میں پاک ہو جائے تو مغرب کی نماز ''بھی'' پڑھنا چاہئے۔[الفتاوی ۲۱/ ۴۳۴]

قولاً وعملاً بیان کردہ اوقات نماز کا ''جمع'' کے ساتھ کوئی خصوصیت اور تعلق نہیں ہے۔[الفتاوی ۲۴/ ۸۲]

سنت یہ ہے کہ بارش کی حالت میں مغرب کے وقت جمع کیا جائے۔حتی کہ امام احمد کے مذہب میں عشاء کے وقت جمع سے متعلق دو رائے ہیں (جواز وحرمت)،تیسری رائے ہے کہ جمع تأخیر افضل ہے،لیکن یہ غلط ہے،سنت اور قدیمی اجماع کے خلاف ہے۔[الفتاوی ۲۴/ ۴۳۴]

مناقشہ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ **إن الصلاة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتا** ﴾[النساء ۱۰۳] اور پانچ نمازیں فرض کرتے ہی جبریل امین کو بھیج کر نمازوں کے اول وآخر اوقات متعین کردیے۔[أبو داؤد الصلاۃ باب ۲ ح : ۳۹۳عن ابن عباس رضی اللہ عنہ] نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں عملاً اول وآخر اوقات کی نشاندہی کردی۔[مسلم الصلاۃ

ح: ١١٦-١١٧ عن أبی موسی رضی اللہ عنہ، وکتاب المساجد ح: ١٦٨ عن أبی مسعود الأنصاری رضی اللہ عنہ، ح: ١٧٧ عن بریدة بن الحصیب رضی اللہ عنہ]

اشتراکِ وقت کی نفی: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''**وقت الظهر مالم یحضر العصر ووقت العصر مالم تصفر الشمس ووقت المغرب مالم یسقط ثور الشفق ووقت العشاء إلی نصف اللیل ووقت الفجر مالم تطلع الشمس۔**'' نماز ظہر کا وقت عصر تک ہے اور نماز عصر کا وقت (عذر کے بغیر) سورج کے زرد ہونے تک اور نماز مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک اور نماز عشاء کا وقت (عذر کے بغیر) آدھی رات تک اور نماز فجر کا وقت طلوع آفتاب تک ہے۔'' [صحیح مسلم المساجد ح: ١٧٢، ١٧٤-١٧٥، أبوداؤد الصلاة باب فی المواقیت ح: ٣٩٦]

سورۃ ھود واسراء کی آیات سے اشتراک وقت کا استدلال ''ظنی'' ہے اور یہ قولی حدیث اشتراک وقت کی نفی میں ''صحیح وصریح'' ہونے کے ساتھ ساتھ اول وآخر اوقات والی احادیث کی تائید کی وجہ سے ''یقینی'' ہے۔ واللہ أعلم

تنبیہ: ابن عبدالبر وابن تیمیہ: اجماع امت ہے کہ سفر، مرض یا بارش جیسی کسی بھی عذر کی بنا پر فجر وظہر، عصر ومغرب یا عشاء وفجر کو جمع کرکے پڑھنا جائز نہیں۔ [التمہید ١٢/٥١٥، الفتاویٰ ٢٢/٣١، التلخیص الحبیر]

''**من أدرک رکعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرک العصر**'' [متفق علیہ] ایسا عذر والا عصر کے فوراً بعد مغرب کی نماز پڑھے گا، لیکن قصداً عصر کی نماز میں ایسی تاخیر حرام اور منافقت کی نشانی ہے۔'' [مسلم المساجد ٥/ ١٢٣ ح: ١٩٥ عن أنس رضی اللہ عنہ]

(٣) جمع حقیقی (تأخیر)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے جمع صوری کی تردید کرتے ہوئے کہا: بات یہ نہیں ہے، کیونکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بڑے فقیہ ہیں، خوب جانتے ہیں کہ اگر نبی ﷺ نے ہر نماز کو اس کے مقررہ وقت میں ادا فرمائی ہوتی، جسے ہر عام وخاص بخوبی جانتا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ اس مطلق عمل کو بطور دلیل ذکر کرکے یہ بالکل نہ کہتے: أراد أن لا یحرج أمته ''آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ امت کو حرج نہ ہو۔'' بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ مسئلہ واضح کرنا ہے کہ مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت تک تاخیر کرکے پڑھنا جائز ہے، تاکہ واضح ہوجائے کہ جمع کی صورت میں اوقات نماز کا معاملہ عام حالات سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔

[مجموع الفتاویٰ ٢٤/ ١٦٨]

جمع حقیقی کے دلائل :

۱۔ **عن نافع أن ابن عمر کا ن إذا جمع الأ مراء بین المغرب والعشاء لیلة المطر جمع معهم** [موطأ باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر والسفر ح: ۳۲۸] ''جب (مدینہ کے) گورنر بارش کی رات مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھے پڑھتے تو عبداللہ بن عمر ﷜ بھی ان کے ساتھ اکٹھے پڑھتے تھے۔''

بیہقی کی روایت میں **عبد اللہ بن عمر العمری عن نافع عن ابن عمر** ﷜ کی سند سے'' **قبل الشفق** '' آیا ہے۔[۳/ ۱۶۸] البانیؒ :العمری کا حافظہ کمزور ہے۔[إرواء الغلیل ح: ۵۸۳]

یہ صحیح حدیث جمع حقیقی میں صریح نہیں۔ نیز خلفائے راشدین کے بعد آنے والے گورنر صاحبان مسجد نبوی میں امامت کرتے تھے۔اور رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ وہ نمازوں کو (افضل وقت سے) دیر کریں گے۔

ابوذر غفاری ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں جو نماز کو ''فوت کرتے'' یا تأخیر کرتے ہوں......تو اپنی نماز بروقت ادا کرو، پھر جماعت ملے تو ان کے ساتھ بھی پڑھو جو تیرے لیے نفل ہوگی۔'' [مسلم الصلاة ح: ۶۴۸، أبو داؤد الصلاة باب ۱۰ ح: ۴۳۱] اسی طرح کی حدیثیں حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷜، عبادۃ بن الصامت ﷜ اور قبیصۃ بن وقاص ﷜ وغیرہ سے بھی مروی ہیں۔[أبو داؤد ح: ۴۳۲ ۔ ۴۳۴]

۳۔ الشافعی: **أنبأنا بعض أصحابنا عن أسامة بن زید عن معاذ بن عبد اللہ بن حبیب أن ابن عباس جمع بینهما فی المطر قبل الشفق** ۔''ابن عباس ﷜ نے بارش کے وقت شفق (کے طلوع یا غروب) سے پہلے دونوں نمازیں اکٹھے ادا کیں۔'' [السنن الکبریٰ للبیهقی ح: ۷۶۸] اس کی سند میں مبہم راوی ہے۔

ابن عمر ﷜ اور ابن عباس ﷜ کی روایتوں میں '' **قبل طلوع الشفق** '' مراد لیا جائے تو اول وقت میں جمع تقدیم ہوگا اور '' **قبل غروب الشفق** '' مراد لیا جائے تو (مغرب کے) آخری وقت میں جمع تقدیم ہوگا۔ نیز اس صورت میں جمع صوری کا بھی امکان رہے گا۔

امام شافعی کی دوسری روایت میں ہے: **عن عبد اللہ بن یزید أن سعید بن المسیب جمع مع الأمراء قبل أن یغیب الشفق** ۔[البیهقی ۳/ ۱۶۹] اس روایت کی روشنی میں مذکورہ بالا روایت میں بھی ''قبل غروب الشفق'' مراد لینا راجح ہوگا۔ واللہ أعلم

بیہقی نے ھشامؒ بن عروۃ سے روایت کی ہے کہ عروۃ بن الزبیرؒ، سعید بن المسیبؒ اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث